دارالافتاء

عزیز زبیدی - واربرٹن

اِستفتاء

قربانی کے جانور کی عمر - زندہ خصی جانور کے خصیے

عرض ہے:

۱- قربانی کے جانور کی عمر کیا ہونی چاہیے، مسنّہ اور ثنی کے کیا معنی ہیں؟

۲- کہتے ہیں بکرا یا چھترا وغیرہ خصی جائز ہے۔ اگر خصی کرتے وقت خصیے نکال لیے جائیں تو ان کا کھانا جائز ہے یا نہیں؟

۳- ایک قربانی سب گھر والوں کی طرف سے کافی ہے یا نہیں؟

۴- بکرے اور چھترے کی طرح مادہ بکری اور بھیڑ کی قربانی بھی جائز ہے یا نہیں؟

الجواب

۱- **مسنہ اور ثنی** - قربانی کے جانور کے لیے دو دانتا ہونا ضروری ہے۔ ہاں مجبوری ہو تو پھر بھیڑ کا جذعہ بھی جائز ہے۔ جذعہ مسنہ (دو دانتا) سے چھوٹا ہوتا ہے، ہاں سال سے کم نہ ہو: لا

تذبحوا الا مسنة الا ان یعسر علیکم فتذبحوا جذعة من الضأن (ابوداؤد)

مسنہ اور ثنی کے معنی دو دانتا (دوندے) والے کے ہیں، یعنی دودھ کے دو دانت گر کر اس کی جگہ دو دانت نکل آئیں تو اس کو "مسنہ اور ثنی" کہتے ہیں۔

حکی ابن التین عن الداودی: ان المسنة التی سقطت اسنانها للبدل. (فتح الباری)

الثنی الذی یلقی ثنیته (عون المعبود)

والبقرة والثنیة یقع علیهما اسم المسن اذا اثنیا فاذا سقطت ثنیتهما بعد طلوعها فقد اسنت (تاج العروس)

اصل مسنہ اور ثنیتہ کی شناخت یہی ہے، جن بزرگوں نے اس کے بجائے سالوں کے حساب سے ان کی عمریں بتائی ہیں، وہ دراصل اپنے اپنے ملک کی بات بتائی ہے، گویا کہ اس عمر میں وہ "دو دانتا"

(دو دندے) ہو جاتے ہیں۔ چونکہ آب و ہوا کے اختلاف کی وجہ سے ہر ایک کا حساب الگ ہے اس لیے ہر ایک نے اپنے اپنے حساب سے عمریں گنوائی ہیں۔ ورنہ سال سے مسنہ اور ثنیہ کی تشخیص اصولی تشخیص نہیں ہے۔ واللہ اعلم۔

مولانا سامرودی رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا جھنڈا نگری نے اس موضوع پر چھوٹے چھوٹے رسالے لکھے ہیں، اگر کوئی صاحب ان کو یکجا کر کے شائع کر دے تو یہ ایک بڑی دینی خدمت ہو گی ان شاء اللہ تعالیٰ۔

۲۔ زندہ خصی کے خصیے: ان کا کھانا حرام ہے۔

قال النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ما قطع من البھیمۃ وھی حیۃ فھی میتۃ (رواہ الترمذی وقال حسن غریب وابو داؤد واللفظ لہ ورواہ ابن ماجہ عن ابن عمر وفیہ لیعقوب)

یعنی زندہ چوپائے کا ٹکڑا کاٹ لینا دراصل مردار ہے۔

وعن تمیم الداری قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یکون فی اخر الزمان قوم یجبون اسنمۃ الابل ویقطعون اذناب الغنم الا فما قطع من حی فھو میت (ابن ماجہ وفیہ الھذل وھو ضعیف ولکن یشد بعضہ بعضا ولذلک قال الترمذی حسن)

۳۔ ایک قربانی اور سارا گھر۔ جائز اور کافی ہے۔

قال ابو ایوب الانصاری: کان الرجل فی عھد النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یضحی بالشاۃ عنہ وعن اھل بیتہ (رواہ الترمذی وصححہ)

یعنی حضورؐ کے زمانے میں صحابہ ایک بکری اپنے اور اپنے گھر والوں کی طرف سے قربانی دیا کرتے تھے۔

حضرت علیؓ، حضرت ابو ہریرہؓ اور حضرت ابن عمرؓ اسی طرح کیا کرتے تھے۔ حضرت امام اوزاعی، امام لیث، امام شافعی، امام احمد، امام اسحاق کا بھی یہی مذہب ہے۔ (عون المعبود شرح ابی داؤد) ہاں احناف اس کے مخالف ہیں۔

قال الحافظ:

واستدل بہ الجمہور علی ان اضحیۃ الرجل تجزئی عنہ وعن اھل بیتہ وخالف فی ذلک الحنفیۃ (فتح الباری)

حنفیہ کا نظریہ یہ ہے کہ:

قربانی جو شخص دے رہا ہے، وہ صرف اسی کی طرف سے شمار ہوگی، گھر کے دوسرے افراد مثلاً جوان لڑکے، لڑکیاں، بہنیں اور بیوی کی طرف سے کفایت نہیں کرے گی۔ لیکن یہ نظریہ اور قیاس حدیث صحیح کے خلاف ہے: حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔

كان الرجل في عهد النبي صلى الله تعالى عليه وسلم يضحي بالشاة عنه وعن اهل بيته (رواه الترمذي وصححه)

عبداللہ بن ہشام صغار صحابہ میں سے ہیں، وہ ایک بکری اپنے سارے گھر کی طرف سے دیتے تھے یہی حال حضرت علی کا تھا، حضرت عمرؓ اپنے چھوٹے بچوں کی طرف سے بھی دیتے تھے مگر حنفیہ نے تصریح فرمائی ہے کہ چھوٹے بچوں کی طرف سے دینے کی ضرورت نہیں۔

وروى عنه لا يجب عن ولده وهو ظاهر الرواية (هداية كتاب الاضحية ص۴۴۲) اس کے بین السطور لکھا ہے کہ اسی پر فتوے ہے۔ والفتوى على ظاهر الرواية كذا في فتاوى قاضيخان (هداية ص۴۴۲ ج ۲)

حالانکہ صدقۃ الفطر میں یہ بچے ساتھ ہیں، کہتے ہیں کہ ان کا بوجھ والدین پر ہوتا ہے اور یہ قربت کا معاملہ ہے جو کسی کی طرف سے دوسرے پر واجب نہیں ہوا کرتی۔

بخلاف صدقة الفطر لان السبب هناك رأس يمونه ويلي عليه ..... وهذه قربة محضة والاصل في القرب ان لا تجب على الغير بسبب الغير (هدايه ص۴۴۲)

لیکن یہ محض قیاس ہے جو صحیح روایات کے خلاف ہے، اس لیے بے معنی ہے۔

عن عبد الله بن هشام وقد ادرك النبي صلى الله تعالى عليه وسلم ان امه انت به النبي صلى الله تعالى عليه وسلم فمسح براسه ودعا له وكان يضحي بالشاة الواحدة عن جميع اهله۔

قال الهيثمي: قلت هو الصحيح وغيره خلا ذكر الاضحية، رواه الطبراني في الكبير ورجاله رجال الصحيح (مجمع الزوائد ص۲) وقال الحافظ: اخرجه الحاكم (دراية)

كان عمر يضحي عن صغار ولده (كنز العمال ص۱۱ بحواله ابن ابي الدنيا)

عن علي انه كان يضحي بالاضحية الواحدة عن جماعة اهله (كنز العمال ص۱۲ بحواله مذكور)

ہاں ویسے اگر کوئی صاحب خوشی سے ہزار بکرے چھترے قربانی دے ڈالے تو یہ اور بات ہے، کار ثواب ہے۔

عدد ۳ - مادہ کی قربانی۔ جس طرح بکرا چھترا اور مینڈھا جائز ہے، اسی طرح بھیڑ بکری، گائے اور اونٹنی سبھی جائز ہیں۔

كان الرجل في عهد النبي صلى الله تعالى عليه وسلم يضحي بالشاة عنه وعن اهل بيته (ترمذي وصححه)

شاۃ اسم جنس ہے جو بکرا اور بکری، بھیڑ اور چھترا سب پر اس کا اطلاق ہوتا ہے۔

ہاں اگر وہ دودھ والی ہو اور اس کی قربانی کے بعد وہ لوگ مشکل میں پڑ جائیں گے تو پھر اس کی قربانی سے پرہیز کیا جائے۔

ہاں ذی الحجہ کے چاند کے بعد حجامت نہ کرائیں۔ عید کے دن کرائیں۔ قربانی کا اس کو ثواب مل جائے گا۔ ان شاء اللہ العزیز

ارایت ان لم اجد الا منیحة انثی افاضحی بها قال لا ولکن تاخذ شعرك واظفارك و تقص شاربك وتحلق عانتك فتلك تمام اضحيتك عند الله (ابو داود عن عبد الله بن عمرو)

وفی عون المعبود: قال القرطبی ولعل المراد من المنیحة ههنا بالمنح بها وانما منعه لانه لم یکن عنده شئ سواها ینتفع به (عون المعبود)

دار قطنی کی ایک روایت سے پتہ چلتا ہے کہ وہ بھی ان کی اپنی نہیں تھی۔ باپ نے دودھ پینے کو دی تھی۔

فقال الرجل فان لم اجد الا منیحة ابی او شاة ابی واهلی ومنیحتهم اذبحها قال لا ولکن قلم اظفارك الحدیث (دار قطنی ص۵۴۳)

المنیحہ عموماً دودھ پینے یا اور کچھ فائدہ اٹھانے کے لیے عطا کردہ بکری یا اونٹنی وغیرہ کو کہتے ہیں جو واپس کردی جاتی ہے۔

المنیحة مردودة (بزاد عن انس)

المنیحة ان یعطی الرجل الرجل ناقة او شاة ینتفع بلبنها او بصوفها زمانا ثم یردها (تنقیح الرواة)

اس لیے ہو سکتا ہے کہ وہ صرف باپ کی کر کے کہہ رہے ہوں کہ اگر اجازت ہو تو اس کی قربانی دے دوں۔ ظاہر ہے اب منع کی علت "پرائی چیز" ہوگی۔ دودھ والی نہیں۔ بہر حال مادہ کی قربانی جائز ہے، الا یہ کہ اس کے بعد سارے گھر کو اس کی وجہ سے تکلیف کا سامنا پڑ جائے۔

دوسرے اس کے معنی یہ بھی ہو سکتے ہیں کہ یہ ایک ایسی شے ہے جس سے میں خود بھی مستفید ہوتا ہوں اور دوسرے محتاجوں کو بھی انتفاع کے لیے دیتا ہوں۔

فمعنی قوله لم اجد الا منیحة ای الا ناقة ذات لبن انتفع به واعطیه للمحتاج (تنقیح الرواة)

گویا کہ اس سے کئی لوگوں کا مستقبل وابستہ ہے، اس لیے ایسی چیز کی قربانی کئی ایک لوگوں کے مستقبل کو خطرے میں ڈالنے والی بات ہے۔ قربانی دیجیے مگر گھر پھونک کر نہیں۔

استفتاء ۲

۱۔ قربانی کے لیے صحیح سلامت بکرا لیا مگر دیوار سے پھسل کر گر گیا اور اس کی ٹانگ ٹوٹ گئی ہے کیا اس کی قربانی جائز ہے۔

۲۔ کیا یہ صحیح ہے کہ: اس دن اپنی قربانی کے گوشت سے روزہ (نیم روزہ) کھولا جائے۔

الجواب

اگر مستطیع ہے تو اسے صدقہ کر دے اور اس سے بہتر لے کر اس کی قربانی دے: حضور نے حضرت حکیم بن حزام کو ایک دینار (اشرفی) دے کر قربانی کے لیے بھیجا، انھوں نے ایک دینار کا لے کر دو دینار کا بیچ دیا، پھر ایک دینار کا مینڈھا اور ایک دینار حضور کو واپس کر دیا، آپ نے اسے قبول فرمایا اور جو دینار بچا تھا اسے صدقہ کر دیا اور اسے برکت کی دعا دی۔

قال حکیم بن حزام ان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بعث معہ بدینار لیشتری لہ بہ اضحیۃ فاشتریٰ کبشا بدینار و باعہ بدینارین فرجع فاشتریٰ اضحیۃ بدینار فجاء بھا وبالدینار الذی استفضل من الاخریٰ تصدق رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فدعا لہ ان یبارک لہ فی تجارتہ (ابوداؤد) وفی روایۃ للبخاری "شاۃ" بدل کبشا (بخاری)[۱]

بخاری میں ہے کہ، اگر وہ مٹی بھی خرید لاتے تو اس میں بھی اس کو نفع ہوتا۔

ذکان لو اشتری ترابا لربح فیہ (بخاری)

ہاں اگر اتنا حوصلہ نہیں پڑتا تو پھر اسے ہی قربانی کر دے۔

عن ابی سعید الخدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال ابتعنا کبشا نضحی بہ فاصاب الذئب من الیتہ او اذنہ فسالنا النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فامرنا ان نضحی بہ (ابن ماجہ)

اس میں دو سقم ہیں، ایک اس میں "جابر جعفی" ہے جس کے متعلق ہے کہ متفق علیٰ ضعفہ دوسرا محمد بن قرظہ انصاری ہے جو مجہول ہے۔

جابر جعفی کی یہ کیفیت شروع سے ایسی نہیں تھی بلکہ بعد میں پیدا ہوئی ہے۔

انہ کان فی اول الامر علیٰ شارع واضح لاعتبار علیہ وھو لمتواتر عن الصدر الاول والمجمع علیہ الامۃ ثم احس ببعض تلک تلک المقالات واستدل بالرای فاختل امرہ (تعقیب التقریب ص ۶۲)

[۱] بخاری نے اس حدیث کو استطرادًا ذکر کیا ہے روایت نہیں کی ہے (مدیر)

اس لیے جنھوں نے شروع میں ان سے سنا ہے، ان کی روایت ان سے صحیح ہے، مثلاً سفیان ثوری اور شعبہ:

وان ما روی عنه سفیان و شعبة من القدماء احسن (تعقیب التقریب ص۶)

ابن ماجہ کی روایت میں ان سے راوی سفیان ثوری ہے۔ بعد میں جب جابر جعفی کی حالت بگڑ گئی تو حضرت سفیان ثوری نے لوگوں کو ان سے حدیث لینے سے منع کر دیا تھا، اس پر کسی نے ان سے کہہ دیا تھا کہ پھر آپ اس کے پاس کیوں جاتے ہیں؟ تو فرمایا: میں اس کے سچ اور جھوٹ میں امتیاز کر سکتا ہوں۔

فقیل انک تجیٔ الیه و تروی فقال انا اعرف صدقه من کذبه (تعقیب التقریب ص۶)

ابو عوانہ اور شریک نے بھی سفیان ثوری کی طرح روایت کی ہے (طحاوی ص۲۴۶/۲) امام طحاوی نے اس روایت کی تضعیف کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ: یہ روایت بے کار ہے، شعبہ نے کہا ہے کہ: ہم نے ان سے یہ روایت نہیں سنی۔

وقد بین ذلک شعبة حدثنا عبد الغنی ..... قال ولم نسمع منه انه اشتری کبشا الحدیث (طحاوی ص۲۴۷/۲)

ٹھیک ہے شعبہ نے نہیں سنا ہو گا، مگر حضرت سفیان فرماتے ہیں، میں نے سنا ہے، دونوں سچے ہیں۔

محمد بن قرظہ بن کعب الانصاری کی توثیق ابن حبان نے کی ہے، مجہول کی توثیق اس کو قابلِ احتجاج بنا دیتی ہے۔

قال الخزرجی: وثقه ابن حبان (خلاصه تذهیب الکمال ص۲۹۲)

اس کے علاوہ اس کی تائید بیہقی کی اس روایت سے بھی ہوتی ہے۔

قال البیهقی: ورواه حماد بن سلمة عن الحجاج بن ارطاة عن عطیة عن ابی سعید ان رجلا سأل النبی صلی اللہ علیه وسلم عن شاة قطع ذنبها یضحی بها (تلخیص الحبیر ص۳۸۶/۲)

حجاج مدلس ہے لیکن اعتبار کے لیے مفید ہے حضرت علی سے بھی یہی روایت ہے کہ: ایسی قربانی کر لیں بشرطیکہ مذبح تک جا سکے۔

روینا عن علی بن ابی طالب من طریق ابی اسحق عن هبیرة بن مریم قال: قال علی اذا اشتریت الاضحیة سلیمة فاصابها عندک عوار او عرج فبلغت المنسک فضح بها (محلی ص۳۶۳/۷)

ابراہیم نخعی کا یہی قول ہے۔

حماد عن ابراھیم فی الاضحیۃ یشتریھا الرجل وھی صحیحۃ ثم یعرض بھا عور او عجف او عرج قال تجزیہ ان شاء اللہ تعالیٰ (جامع المسانید وقال اخرجہ الامام محمد ابن الحسن فی الاثار (ص ۲۵۱))

ابن حزم نے بسند شعبہ حماد بن ابی سلیمان کا یہی مذہب نقل کیا ہے۔

وھو قول حماد بن ابی سلیمان رویناہ من طریق شعبۃ وھو قول الحسن وابراھیم (محلی ص ۳۶۳)

الغرض ان تمام روایات مرفوعہ اور آثار سے اندازہ ہوتا ہے کہ: یہ روایت بالکل بے اصل نہیں ہے اس لیے اگر کسی صاحب کو یہ مشکل پیش آجائے تو اس کے لیے گنجائش نکل سکتی ہے۔ گو ہم اس کو فرض نہیں کہتے تاہم اس سے بالکلیہ انکار بھی مناسب نہیں ہے۔

ان روایات کے علاوہ ہمارے نزدیک اس کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ ہم اب اس کو نجی دولت نہیں تصور کرتے بلکہ اس کی حیثیت سرکاری سمجھتے ہیں، اب اگر کچھ گڑبڑ ہو گئی ہے تو نجی مال میں نہیں ہوئی۔ اس لیے آئمہ نے یہ فتویٰ دیا ہے کہ ہدی وغیرہ کا دودھ بھی کوئی شخص نہیں پی سکتا، اگر پی لے تو اس کی قیمت صدقہ کر دے۔

واختلفوا ایضا فی اللبن اذا احتلب منہ فعند العترۃ والشافعیۃ والحنفیۃ یتصدق بہ فان اکلہ تصدق بثمنہ (نیل الاوطار ص ۹۵)

امام مالک اس سے صرف اتنا اختلاف کرتے ہیں کہ: اگر پی بیٹھا ہے تو پھر جانے دو۔

وقال مالک لا یشرب من لبنہ فان شرب لم یغرم (نیل الاوطار ص ۹۵)

کیوں صرف اس لیے کہ اسے سرکاری حیثیت حاصل ہو گئی ہے بس یہی حکم قربانی کے جانور کا ہے یہی وجہ ہے کہ بعض بزرگ جو ایسی قربانی کو جائز نہیں سمجھتے وہ اس کی اون وغیرہ کے اتارنے اور اپنے کام میں لانے کو بھی جائز نہیں کہتے۔ اسلیے ہم کہتے ہیں کہ وہ مال اب خدا کا ہے۔ لیکن نماز کی طرح اگر وقت سے پہلے مر جائے تو اس کا ثواب گو ایک صدقہ کی حیثیت سے حاصل تو ہو سکتا ہے لیکن وقت سے پہلے وہ اس کی قربانی شمار نہیں ہو سکتی۔

وہ بزرگ یہ بھی فرماتے ہیں کہ ہاں اگر ایام قربانی میں مثلاً اس کی ٹانگ ٹوٹ گئی ہے تو پھر جائز ہے، کیونکہ اب گویا کہ قربانی ہو ہی گئی ——— مگر اس کی انھوں نے دلیل نہیں بیان فرمائی۔ (حتی یبلغ الھدی محلہ) کا سہارا کچھ زیادہ مفید سہارا نہیں ہے، کیونکہ اس سلسلے کی تفصیلات اس سے ثابت نہیں

ہوتیں۔ حتی یبلغ الھدی محلہ میں "دمِ احصار" کا ذکر ہے کہ اگر کوئی کاوٹ پیش آجائے تو پھر "ہدی" کو کسی کے ہاتھ بھیج دو اور اس کے ساتھ وقت مقرر پر ذبح کر دو۔ اس کے مطابق اندازے سے بعد میں سر منڈا کر حلال ہو جاؤ! پہلے نہیں! موصوف نے "محلہ" کے معنی حلال ہونے کی جگہ یا وقت کے کیے ہیں، حالانکہ "محلہ" سے مراد ذبح ہو جاتا ہے کہ ٹھکانے لگ جائے! اس کے علاوہ ضروری نہیں کہ حرم میں اسے بھیجا جائے، جہاں رک گیا ہے وہیں ذبح کر کے حلال ہو جائے۔ جیسا کہ صلح حدیبیہ میں آپ نے کیا تھا۔ اس لیے ایامِ قربانی "میں عیب پیدا ہو جانے کی صورت میں اسے جائز کہنا تقریب تام نہیں ہے۔ صحیح یہی ہے کہ جب خریدا تھا قربانی کے لائق تھا، سلامت تھا اب اگر کوئی بلا لاحق ہو گئی ہے تو وہ سرکاری نقص ہے نجی نہیں ہے۔ ورنہ بندگانِ خدا ایک تکلیف شاقہ میں مبتلا ہو جائیں گے۔ یہ دین، دین یسر ہے دینِ عُسر نہیں ہے

اپنی قربانی کے گوشت سے روزہ کھولا جائے سنت یہی ہے کہ نماز پڑھ کر قربانی دی جائے پھر اس کے گوشت سے ہی روزہ کھولا جائے، کیونکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اسی طرح کیا کرتے تھے اور یہی سنت ہے۔

عن ابی بردۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لایغدو یوم الفطر حتّٰی یاکل ولا یاکل یوم الاضحٰی حتی یرجع رواہ ابن ماجہ والترمذی واحمد وزاد: فیاکل من اضحیتہ وقال الشوکانی اخرجہ ایضاً ابن حبان والدارقطنی والحاکم والبیہقی وصححہ ابن القطان (نیل الاوطار ص۳۲۵ ج۳) ولکن قال الحافظ: فیہ مقال (فتح ص۵۱۹ ج۲) قال الزیلعی: وعن الحاکم: رواہ البیہقی فی المعرفۃ ورواہ الدارقطنی فی سننہ وزاد: حتی یرجع فیاکل من اضحیتہ قال ابن القطان فی کتابہ وھذا الحدیث عندی صحیح فان ثواب بن عتبۃ المھری بصری ثقۃ وثقہ ابن المعین، روی عنہ عباس واسحٰق بن منصور وزیادۃ الدارقطنی ایضا صحیحۃ انتہی کلامہ ورواہ احمد بالزیادۃ۔ حدیث آخر روی الطبرانی فی معجمہ الوسط...... عن ابن عباس قال من السنۃ ان لا یخرج یوم الفطر حتی یطعم ولا یوم النحر حتی یرجع انتھی (نصب الرایہ ص۲۰۹ ج۲) وزاد احمد فیاکل من اضحیتہ وھی زیادۃ صحیحۃ ورواہ ابوبکر الاثرم بلفظ حتی یضحی کذا فی المنتقی والنیل وفی روایۃ البیہقی فیاکل من کذا فی عمدۃ القاری (تحفۃ الاحوذی ص۳۸۱ ج۱) یعنی حضورؐ اپنی قربانی کی کلیجی کھاتے تھے۔ وفی روایۃ الدارقطنی: حتی یرجع فیاکل من اضحیتہ وقال عبد الصمد: حتی یذبح (دارقطنی ص۱۸۰ ج۱)

یعنی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام عید الفطر میں صبح کو کچھ کھائے بغیر نہیں نکلتے تھے اور عید الاضحیٰ میں نمازِ عید سے واپسی سے پہلے کچھ نہیں کھاتے تھے۔ واپس آکر اپنی قربانی کا گوشت کھاتے تھے۔